بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سچ

[illegible] خداست

لکھنؤ سے ہر جمعہ کو نکلتا ہے

[illegible]

قیمت سالانہ سے/
بیرون ہند ے شلنگ

قیمت ششماہی عہ/
فی پرچہ ۱/

نمبر ۲۷ | (۸ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ – ۱۶ جولائی ۱۹۲۶ء) | جلد ۲

سچی باتیں

شہید دشت کربلا حسین بن علیؓ آپ کے عقیدہ میں زندہ ہیں یا مردہ؟ آپ اُن کی حیات کے قایل ہیں، یا وفات کے؟ راہ حق کے شہیدوں کی زندگی تو کوئی اختلافی مسئلہ نہیں۔ اگر آپ مسلمان ہیں تو شہیدوں کو یقیناً زندہ تسلیم کرتے ہونگے شہید کی زندگی، قرآن مجید وحدیث رسولؐ سے بصراحت تمام ثابت ہے۔ پھر حسینؓ کی زندگی میں آپ کو کیونکر شبہہ ہوسکتا ہے؟ حسینؓ کو ایک لمحہ کے لیے بھی مردہ آپ کیونکر باور کرسکتے ہیں؟ وہ شہیدوں کا سردار تھا، وہ اللہ کی راہ میں گردن کٹانے والوں کا سرتاج ہوا ہے۔ پھر وہ تو آج سب زندہ شہیدوں سے بڑھکر زندگی رکھنے والا ہے۔ سب زندوں سے بڑھکر زندہ ہے۔ پھر آج آپ اس کا ماتم مُردوں کی طرح کیوں کررہے ہیں؟ آج اس کا نام لے لے کر زبان نوحہ خوانی میں، اور ہاتھ سینہ کوبی میں کیوں مصروف ہیں؟

اگر آپ حسینؓ کو مُردہ سمجھ رہے ہیں، اگر آپ سمجھتے ہیں کہ حسینؓ نے جان کا سودا کرکے بھی دائمی زندگی نہیں پائی، تو روئے سخن آپ سے نہیں۔ لیکن اگر آپ کے ذہن میں "شہادت" کوئی مہمل لفظ نہیں، بلکہ معنی ومفہوم رکھتی ہے۔ اگر آپ کے عقیدہ میں وہ شہیدوں کا سردار، وہ سچوں کا پیشوا، وہ حق پرستوں کا رہنما، آج زندہ ہے، اور زندہ رہے گا، تو خدا کے لیے غور فرمایئے، کہ اس کے لیے پرشور ماتم، یہ آہ و فغاں، کوئی معنی رکھتا ہے؟ یہ ایک زندہ ہستی کے لئے توہین و تمسخر ہے، یا اس کے ساتھ کسی محبت وعقیدت کا ثبوت؟ اگر خوانخواستہ آپ کے عقیدہ میں حسینؓ مردہ ہیں، تو بے شبہہ سوگ منایئے، اور شیون کیجئے۔ بلکہ زندہ ہیں، تو للہ یہ سوچئے، کہ ان کی اعانت ونصرت، ان کی خدمت وخلوص، ان کی اطاعت وپیروی سے بڑھکر آپ کے لیے کیا خوش قسمتی ہوسکتی ہے؟ دشت کربلا کا بھوکا اور پیاسا شہید، اپنے حی وقیوم معبود کا زندہ پرستار، آج زندہ اور یقیناً زندہ ہے۔ پر وہ صرف آپ ہی کے کان، آنکھ، اور دل پر پڑا ہوا ہے۔ اپنے کان لگایئے اور اسکی پکار کو سنیئے، اپنی آنکھ کھول لے، اور اس جمال سے مشرف ہوجیئے، اپنے دل کو صاف کیجئے، اور اس کے پیام وکلام کو سمجھئے

حسینؓ کی بے نظیر قربانی کی کیا آپ کے دل میں صرف اسی قدر وقعت ہے، کہ سال بھر میں ایک خاص تاریخ کو، یا سال بھر میں کل دس دن، اپنی نکالی ہوئی بعض رسموں کے ساتھ وہ پاک اور پیارا نام اپنی زبانوں پر لے آیئے؟ اگر صرف اسی قدر ہے، تو خدا بہتر جانتا ہے، کہ آپ نے حسینؓ کے رتبہ کو نہیں پہچانا، آپ نے اس بے نظیر قربانی کی کچھ قدر نہ کی، آپ پر اس مقدس زندگی کا سبق ضایع گیا۔ حسینؓ کی یاد تو اس قابل ہے، کہ آپ سال بھر بارہ محرم مناتے رہیں، سال کا کوئی مہینہ، مہینہ کا کوئی دن، دن کا کوئی گھنٹہ ایسا نہ گزرنے پائے، جبمیں آپ اس سے غافل ہوں! کسی عارف نے کہا ہے :-

جان ندادند واو دست در دست یزید	اپنی جان دیدی لیکن یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دیا۔
حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسینؓ	قسم خدا کی کہ لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد حسینؓ ہیں۔

آپ کے خیال میں یہ کیا محض شاعری ہے؟ باطل کی حکومت آج پھر قائم ہے،

غیر خدائی قوتیں آج پھر اُبھری ہوئی ہیں، یزیدی طاقتیں آج پھر عروج پر ہیں، لیکن حسینؑ کا لشکر آج کہاں ہے؟ حسینؑ کی پناہ آج کدھر ہے؟ اُٹھیے، اور لشکر حسینؑ کے علم کو تھامے بڑھئے اور حسینؑ کے پرچم کو بلند کیجیے، حسینؑ کو آپ کے قوت و بازو، آپ کے خلوص و صدق، آپ کے جوش حق و ولولۂ عمل کی ضرورت ہے، آپ کے باجہ اور تماشہ کی نہیں۔

برہنگی کا فن لطیف!

تہذیب دنیا کی [illegible] خصوصیات

صنف لطیف، جس برق رفتاری کے ساتھ، بے حجابی، بے ستری، اور عریانی کے فن لطیفہ میں ترقی کر رہی ہے، اُس پر مزید کچھ لکھنے کے لئے بھی شریف دماغ شاید ابھی تیار نہیں۔ امریکہ، دوسرے فنون کی طرح اس فن میں بھی امتیازی و پیش روی کا مرتبہ رکھتا ہے۔ نیویارک سے تازہ ترین خبر آئی ہے، کہ ایک مشہور ایکٹرس مس مالی، ایک جدید تماشہ میں حضرت حوّا کا پارٹ کرنے والی تھیں۔ اشتہار یہ شائع کیا گیا، کہ وہ بغیر لباس ہو کر اسٹیج پر تشریف لائینگی۔ چنانچہ جب تماشہ میں ان کا پارٹ آیا، تو وہ اس شان سے رونق افروز ہوئیں، کہ علاوہ ایک ہلکی جالی کے جسم پر صرف ایک زنار بھی، برگ انجیر کی شکل میں جس کا طول تقریباً ایک انچ تھا، موجود تھی!

تماشہ کے بعد کسی دقیانوسی و بدمذاق افسر پولیس نے بے حیائی کے جرم میں چالان کر دیا۔ حاکم عدالت نے ارشاد فرمایا کہ وہ اس نظارہ کو بچشم خود ملاحظہ فرمانے کے بعد رائے قائم کر سکیں گے، چنانچہ ان کے سامنے پھر سے تماشہ کیا گیا، اس کے بعد عدل و، نظافت، تہذیب و اخلاق کے اس دیوتا نے یہ فیصلہ صادر فرمایا، کہ

> اس بے ستری کے ساتھ پیش ہونا اصطلاح قانون میں بے شبہ جرم ہے، لیکن چونکہ ایسے منظر سے موجودہ جماعت کے جذبات کو ٹھیس نہیں لگتی، اور موجودہ معیار شائستگی کے لحاظ سے یہ کوئی جرم نہیں اس لئے قانونی مداخلت مناسب نہ ہوگی۔

اس فیصلہ کے بعد سے مس صاحبہ، نہ صرف اپنے تھیٹر میں، بلکہ ایک اور شبینہ کلب میں قانون کی اجازت پا کر، کھلے خزانہ، مہذب دنیا کے مہذب مردوں کے سامنے، اپنے حسن عریاں کی نمائش فرماتی رہتی ہیں اور غالباً اس امر پر اکثر حیرت بھی فرماتی رہتی ہیں کہ اس ترقی کے دور میں بھی، جاہل و غیر مہذب مشرق، ابتک عصمت و عفت، شرم و حجاب، حیا و غیرت کی خیالی حماقتوں میں مبتلا، اور پردہ و بے پردگی کی بحث میں اُلجھا ہوا ہے!

ایک جدید تحفہ!

تہذیب جدید کی ایک جدید برکت "نائٹ کلب" (شبینہ کلب) ہے، جسکی چار دیواری کے اندر وہ سب کچھ ہوتا ہے، جو رات کی تاریکیوں میں، اندھیری تنہائیوں میں، شیطان کا دل و دماغ عمل میں لا سکتا ہے، چوری، قمار بازی، شراب خواری، جعلسازی، حرامکاری، ڈکیتی، خون ریزی، وغیرہ ہر جرم کی پردہ پوشی کے لئے شائستہ دنیا میں "کلب" کا شائستہ لفظ کافی ہے۔ لیکن بالآخر جب پیمانہ چھلکنے لگتا ہے، تو ان کلبوں اور ہوٹلوں کے چلانے والے قانونی گرفت میں بھی لائے جاتے ہیں۔ چنانچہ لندن کے ہفتہ وار جان بل میں ان کلبوں کے ایک بادشاہ "فریڈی فورڈ" اور ان کی غیر منکوحہ زوجہ روبی کروتھم کے تفصیلی حالات

اور سلسلہ سزایابیوں کی روداد، حال میں شائع ہوئی ہے۔

یہ جملہ بیچ ہی میں تھی۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ تہذیب جدید کا یہ تحفہ جدید ہندوستان کی سرزمین پر بھی آ گیا ہے اور بمبئی میں انہیں فرنگی نمونوں پر نائٹ کلب قائم ہونے لگے ہیں! چنانچہ انڈین ڈیلی میل نے چند ہفتہ ہوئے ان کا کچا چٹھا شائع کر دیا ہے! ہمارے بہت سے بھائیوں کی یہ دیرینہ آرزو بحمد اللہ پوری ہو گئی، انہیں مبارک ہو! عبادت کے لئے شب بیداری، تہجد گزاری، دعائے نیم شبی، مناجات سحری، اور اسی قسم کی دوسری "مغرضت لغویات" کا یہ خوب بدل ہاتھ آ گیا! وقت اور موقع ہے کہ اپنی ثروت و شرافت، اپنی ننگ و ناموس، اپنی غیرت و خودداری، اپنی پاکیزگی و پاکبازی سب کو بکمال خلوص و صدق نیت، تہذیب و ترقی کی اس جدید قربان گاہ پر چڑھا دیا جائے! اور تجربہ کر کے دیکھ لیا جائے کہ قدیم "غلامی" اور جدید "آزادی" "مشرقی لباس و وضع" اور "مغربی رندی" میں زیادہ عزیز اور زیادہ لذیذ کون ہے!

"ببین کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی!"

انگلستان جنت نشان

(۱) "ہر سال ملک میں مسئلۂ آراضی بد سے بدتر ہوتا جا رہا ہے، وہ ملک مرض کی طرح یہ مریض کو کھائے ڈالتا ہے۔" (جان بل، لندن، یکم مئی ۱۹۳۲ء)

(۲) "شہر لندن میں اس وقت دس ہزار سے زائد بچے مرض قلب میں مبتلا ہیں۔" (ایضاً)

(۳) "کان کنی کا پیشہ سب سے زیادہ مہلک اور جان لیوا کہا جاتا ہے، لیکن ملک میں زچگی کے وقت ہر سال جو عورتیں مرتی رہتی ہیں، ان کی تعداد اس طبقہ سے بھی کہیں زیادہ ہے۔" (ایضاً)

(۴) "بقول ریورنڈ نلحار دوڈ، اس ملک میں نفرت انگیز کالی کوٹھریوں کا نام "مکان" ٹھہر گیا ہے جو انسانی زندگی کو قائم رکھنے کے بجائے ہلاک کرنے کیلئے ہیں۔" (ایضاً)

(۵) "دو ضلعوں کے مدرسوں کے میڈیکل افسر کا بیان ہے کہ ان مدرسوں میں، ہر پانچ طلبہ میں ایک طالب علم کو زیر علاج رہنے کی ضرورت رہتی ہے۔" (ایضاً)

(۶) "بہانہ بازی، حیلہ حوالہ، جھوٹ اور فریب، ابتک انہیں صورتوں سے گورنمنٹ قوم کے اس طبقہ کے مطالبات کو ٹالتی چلی آ رہی ہے، جس نے زمانۂ جنگ میں ہوائی تاختوں سے تباہی و بربادی اُٹھائی تھی ... کل مطالبات ۲½ کروڑ کے تھے، گورنمنٹ نے انہیں گھٹا کر کل ۱½ کروڑ کی رقم قرار دی! اسمیں سے ½ کروڑ پونڈ کی تقسیم معاوضہ کی منظوری صادر ہو چکی ہے، لیکن واقعۃً تقسیم میں ابھی ابتک صرف ۴ لاکھ پونڈ آئے ہیں! ساٹھ ہزار شخص ایسے ہیں، جو جنگ کی ہوائی تاختوں سے پوری طرح برباد و تباہ خانماں ہو چکے ہیں، کوئی انکی فریاد کو نہیں سنتا! گورنمنٹ کی اس غداری پر کچھ بھی کہا جائے بجا ہے۔" (ایضاً)

(۷) "کوئی ہفتہ ناغہ نہیں ہونے پاتا کہ جیل کے چھوٹے ہوئے قیدی اپنا دکھڑا جا کے دفتر میں آ کر نہ روتے ہوں، جیل سے باہر آنے کے بعد ان بیچاروں کو بجز فاقہ کشی کے اور کوئی صورت نظر نہیں آتی، اس لئے قصداً یہ پھر کوئی جرم کرتے ہیں، تاکہ جیل جا کر کم از کم پیٹ بھرنے کا تو سہارا کر سکیں، جس ملک کی یہ حالت ہو، کہ ۱۵،۰۰ لاکھ کی تعداد میں بے روزگار مستقل طور پر موجود رہتے

روپیہ کا کرایہ

(از عبد الماجد)

کھانا اگر مناسب وقت پر اور مناسب مقدار میں کھایا جاتا ہے، تو زندگی کا باعث ہوتا ہے۔ لیکن وہی کھانا اگر ناوقت اور بے اندازہ کھا لیا جائے، تو وبال جان بن جاتا ہے۔ پانی سے انسانی زندگی کی طراوت قائم ہے۔ لیکن وہی پانی جب قابو سے باہر ہو جاتا ہے، تو انسان کو ڈبو بھی دیتا ہے۔ آگ جس وقت تک انسان کی خدمت میں ہے، اس سے بڑھ کر کام دینے والی کوئی شئی نہیں، لیکن جس وقت بجائے خادم ہونے کے انسان پر غالب و حاکم ہو جاتی ہے، دم بھر میں اسے خاکستر کا ڈھیر بنا دیتی ہے۔ اسی طرح مادی دنیا میں جو شئی بھی موجود ہے، اپنی ایک خاص فطرت، ایک خاص طبیعت رکھتی ہے، اس سے جب تک اس کے حدود کے اندر کام لیا جاتا ہے، وہ آیۂ رحمت اور موجب برکت بنی رہتی ہے، لیکن جونہی اس کے برتنے میں اسکی فطرت کا لحاظ چھوڑ دیا جاتا ہے، وہی شئی آلۂ ہلاکت و سامان بربادی بن جاتی ہے۔

یہ قانون جس طرح جسم و مادہ کی دنیا میں جاری ہے، ٹھیک اسی طرح اس کا چلن عقل و ذہن، روح و اخلاق کے عالم میں بھی ہے۔ اس دائرہ میں بھی ہر عمل، ہر فعل کے لئے کچھ قیود ہیں، شروط ہیں، حدود ہیں، جن کا لحاظ نہ رکھنا اس عالم کے نظم و نظام میں بڑی ابتری پیدا کر دیتا ہے۔ کم خوری روحانی حیثیت سے قابل تعریف ہے، لیکن اتنا کم کھانا کہ جسم ہلاک ہو جائے، روحانیت کے قانون میں جائز نہیں۔ ضرورت پڑ جانے پر قرض لینا جائز ہے، لیکن بے ضرورت، قرض کی عادت ڈال لینا اخلاق کی صحت میں روگ لگا لینا ہے۔ دولت کے ساتھ محبت، روح کی تربیت و تکمیل کا ایک ذریعہ ہے، لیکن اس محبت کا خدا کی یاد پر غالب آجانا روحانی ہلاکت کا راستہ ہے۔ غرض قدرت کے قانون جس طرح جسم و مادہ پر اپنی عملداری قائم کئے ہوئے ہیں، ویسے ہی اٹل، اور منضبط النفس و روح کے عالم میں بھی ہیں۔

پھر یہ امر بھی مشاہدہ سے بالکل صاف ہو جاتا ہے، کہ راہ فطرت سے ہر کجروی، ہر غلطی، ہر گمراہی، ہر غلط فہمی، یکساں نہیں ہوتی، بلکہ مختلف درجوں اور مرتبوں کی ہوتی ہے۔ کھانے پینے میں معمولی بے احتیاطیاں اور بدپرہیزیاں بچے سے بڑے تک ہر شخص سے بھی کبھی کبھی ہو جاتی ہیں۔ ان خفیف غلطیوں کی سزائیں بھی، ویسی ہی خفیف ہوتی ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص زہر کو جسکی فطرت میں یہ داخل ہی نہیں، کہ وہ انسانی غذا کا کام دے سکے، غذا کے کام میں لاتا ہے، تو اسکی زندگی کا خاتمہ ہو کر رہتا ہے۔ اسی طرح، روح و اخلاق کے عالم میں، بہتر سے بہتر اور پاکیزہ سے پاکیزہ شخصوں سے بھی خطائیں لغزشیں کوتاہیاں، اور فروگذاشتیں ہوتی ہی رہتی ہیں، لیکن یہ لوگ مابعد انہیں یاد کر کے ان پر دل سے نادم ہوتے ہیں، اور اپنی جگہ پر عہد کر لیتے ہیں کہ آئندہ نہ ہونے پائیں، اس سے قلب میں جو گندگی پیدا ہو چلی تھی، وہ دھل جاتی ہے اور انسان بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کی عقلیں اس قدر مسخ ہو جاتی ہیں کہ وہ زہر کو غذا سمجھنے لگتے ہیں، اور انہیں اس راستے پر اصرار و غلو ہوتا ہے، ان کے دلوں میں بدی کا تخم برابر پرورش و بالیدگی پاتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ان کی ہلاکت بالکل یقینی ہو جاتی ہے!

شروع شروع جب انسان نے مل جل کر رہنا شروع کیا، تو ہر شخص کی ضروریات بہت محدود، اور بہت سادہ قسم کی ہوتی تھیں، خرید و فروخت کا کام اشیاء کے باہمی تبادلہ سے چلتا تھا، یعنی جس شخص کو کسی چیز کے خریدنے کی ضرورت ہوتی تھی، وہ لیے کسی اور کو دے کر اس کے عوض میں اس سے اپنی ضرورت کی چیز حاصل کر لیتا تھا۔ رفتہ رفتہ جب زندگی کی ضرورتیں بڑھنے لگیں، اور تمدنی تکلف پھیلنا شروع ہوا، تو انسان نے بجائے اجناس کے تبادلہ کے، ایک عام و مشترک شئی، ہر خرید و فروخت کے واسطہ، ہر سودے کی قیمت کے لئے ایجاد کی اور اس غرض کے لئے، مختلف وجوہ و اسباب سے، اس کو سونے اور چاندی کی دھاتیں سب سے زیادہ موزوں معلوم ہوئیں۔ روپیہ کی غرض، اس کے سوا اور اس سے زیادہ اور کچھ نہیں، کہ وہ ایک آلۂ خریداری ہے۔ اس مقصد کے لئے انسان نے اسے چلایا، اور جہاں تک فطرت کے حدود سے کوئی نمایاں جنگ و خصومت نہیں پیش آئی۔

ان مادی ضرورتوں کے پورا ہونے اور نہ ہونے کا اثر روح و اخلاق پر بھی پڑتا رہتا ہے، اس لئے جامع و مکمل نظام روحانی میں دولت کا مصرف یہ رکھا گیا کہ اس سے اہل دنیا کی مختلف ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔ جن کے پاس دولت کا کوئی بڑا ذخیرہ جمع ہونے لگے۔ ان کا فرض ہے کہ اس میں دوسروں کو شریک کریں، اور جن کے پاس اسکا کوئی حصہ نہ موجود ہو۔ ان کا حق ہے کہ وہ دوسروں سے طلب کریں۔ دولت کوئی ایسی شئی نہیں جس کا حاصل کرنا مقصود ہو، بلکہ محض آلہ یا ذریعہ ہے، جس سے بعض انسانی ضرورتوں کے پورا کرنے میں مدد ملتی ہے، اور اس لئے فضیلت دولت کے جمع کرنے میں نہیں، بلکہ دوسروں تک اسکے پہنچانے میں ہے۔ انسان کی بدبختی کی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے کہ وہ دولت کو اپنی زندگی کا مقصود سمجھنے لگتا ہے، اور اس طرح اپنی شخصی و قومی زندگی کی بربادی کا سامان اپنے ہاتھوں کرنے لگتا ہے۔ کھانے کو اگر یہ سمجھ کر کھایا جائے کہ زندگی قائم رکھنے میں اس سے مدد ملتی ہے تو اس کے فائدہ ظاہر ہیں، لیکن خود کھانے کو اگر مقصود بالذات سمجھ لیا جائے اگر زندگی کو کھانے کیلئے وقف کر دیا جائے، تو موت و ہلاکت کی شکل میں نتیجہ کے ظاہر ہونے پر بھی حیرت نہ کرنی چاہیے۔ دولت، شخصی و قومی زندگی کے برقرار رکھنے میں بطور ایک آلہ یا واسطے کے کام دیتی ہے، اسکی اس حیثیت کو بھلا کر خود اسی کی پوجا کرنے لگنا، فطرت کے باندھے ہوئے قانون کو توڑنا ہے۔ بدکاروں اور بدنصیبوں کو خطاب کر کے انکی ایک خاص پہچان یہ بتائی گئی ہے، کہ مال و دولت سے بیحد محبت کرنے والے ہوں (وتحبون المال حبا جما) جو لوگ مال و زر کے جوڑنے میں لگے رہتے ہیں، اور اس کے ڈھیر کے ڈھیر جمع کرتے رہتے ہیں، ان کے لئے نہایت ہی دردناک انجام کی خبر دے دی گئی ہے (والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون)

دینی و دنیوی، مادی و اخلاقی، زندگی کے جامع و مکمل ہدایت نامہ میں

ایک پوری دفعہ اسی مضمون سے متعلق ہے، اگر اپنے ہاتھوں کی محنت (تجارت وغیرہ) اور زمین کی پیداوار (زراعت وغیرہ) سے جیسی اچھی چیزیں حاصل کرتے ہو انہیں دوسروں کی ضرورتوں پر خرچ کرتے رہو، ردی اور بیکار چیزیں اٹھا کر نہ دیدو، کہ اس حکم سے مقصود ظاہر ہے ہی قلب کی اصلاح اور نفس کا تزکیہ ہے، ورنہ خدا تو ہر چیز سے بے نیاز ہے (یاایہا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبٰت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باٰخذیہ الا ان تغمضوا فیہ، واعلموا ان اللہ غنی حمید)

بہت سے انسان اس دھوکے میں پڑے رہتے ہیں، کہ خیر وخیرات میں روپیہ اٹھانے سے وہ نادار ہو جائیں گے، روپیہ کو ہمیشہ بنک (بیمہ کمپنی) وغیرہ میں لگاتے رہنا چاہیے، اور اس طرح انکی ساری عمر بدی اور بیجائی کے شغلوں میں بسر ہو جاتی ہے، حالانکہ یہ نرے شیطانی وسوسے ہوتے ہیں۔ اصلی دولت مال وزر کی نہیں، بلکہ اخلاق وشریعت کے امور میں فہم، اور اسرار فطرت میں دانائی وبصیرت کی ہے، اور یہ ملکہ انہیں لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جنکی عقلیں ناقص تربیت سے، زہریلے ماحول سے، ناجائز پیشوں میں پڑے رہنے سے، گندی نہیں ہو چکیں (الشیطٰن یعدکم الفقر ویأمرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا واللہ واسع علیم۔ یؤتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا وما یذکر الا اولوا الالباب)

انسان اپنی نافہمی وبدبختی سے مال وزر کو عزیز رکھنے لگتا ہے، ان سے محبت پیدا کر لیتا ہے، ان سے اپنے دل کو اٹکا لیتا ہے، اور لالچ میں مبتلا ہو کر سود لینے لگتا ہے۔ سودخواری چونکہ منشائے فطرت کے خلاف ہے، اس لئے سودخوار طرح طرح کی اخلاقی بیماریوں اور روحانی گندگیوں میں پھنس جاتا ہے۔ البتہ مبارک ہیں، وہ نیک بندے جو فطرت کے اصل منشا کو سمجھ کر اسی کی سیدھی راہ پر چلتے رہتے ہیں۔ اور بجائے مال بڑھانے کے، اسے جب موقع ہو کبھی پوشیدہ، اور کبھی علانیہ، نیک کاموں کے لئے ہر وقت وقف رکھتے ہیں، ان کے لئے ہر حیثیت سے کامیابی وکامرانی یقینی ہے (الذین ینفقون اموالہم باللیل والنہار سرا وعلانیۃ فلہم اجرہم عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون)

یہاں تک پھر بھی غنیمت ہے۔ سودخواری اگرچہ جرم اور نہایت ہی سخت جرم ہے، تاہم جو شخص محض حرص وطمع کی بنا پر سود لیتا رہتا ہے، وہ کہہ سکتا ہے، ع

آخر گناہ گار ہوں، کافر نہیں ہوں میں!

لیکن جب ایک سیری وپاک طینتی سے اور زیادہ بُعد ہو لیتا ہے، جب دنیا کی زردی کی بھوک سزلیں اور اُکر لیتی ہے، جب عقلوں پر اور زیادہ پردے پڑ چکتے ہیں، جب کائنات کی فضا خودغرضی وخودپرستی کے زہر سے پوری طرح متاثر ہو جاتی ہے، جب نادانیوں کو دانائیاں سمجھا جانے لگتا ہے، تو انسان کی گمراہی وبدبختی ایک قدم اور آگے بڑھ جاتی ہے، اور انسان محض سودخواری کے عمل پر نہیں رکتا، بلکہ اس کے جائز ودرست ہونے پر دلائل تلاش کرنے لگتا ہے، اسکے بہتر ثابت کر دکھانے کو اپنی ذہانت سے پورا کام لیتا ہے، اور سود کو گناہ سمجھ کر نہیں لیتا، بلکہ صاف یہ کہنے لگتا ہے اگر سود ناجائز ہے۔ تو آخر تجارت کیوں جائز ہے؟ سود وتجارت میں اصولاً فرق ہی کیا ہے؟ سود میں بھی تو بس اسی قدر ہوتا ہے، کہ سرمایہ دار اپنا سرمایہ لگا کر اس پر جتنا چاہتا ہے اپنا نفع حاصل کرتا ہے، اور ٹھیک یہی صورت تجارت میں بھی ہوتی ہے۔ جب اشیاء واجناس کی تجارت جائز ہے، تو آخر روپیہ کی تجارت کیوں نہ جائز ہو؟ سود محض روپیہ کے کرایہ کا نام ہے۔ اس کے علاوہ تو کوئی شئی نہیں۔ سودخواری ایک طرح کی تجارت ہی کا نام ہے، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھکر یہ کہنا چاہیئے کہ تجارت ہی ایک طرح کی سودخواری ہے، اس لئے کہ سود کا قانون، تو دنیا کے ہر کاروبار میں پھیلا ہوا ہے۔ (قالوا انما البیع مثل الربٰوا۔)

یہ نادان وبدنصیب گروہ، فطرت کے قانون کو بالکل الٹا سمجھ رہا ہے۔ زہر کو تریاق، تاریکی کو روشنی، گندگی کو پاکیزگی، بیماری کو تندرستی سمجھ رہا ہے "روپیہ کا کرایہ" "سرمایہ کی نفع آوری" وغیرہ چند الفاظ دور اصطلاحیں اپنے دل سے گڑھ کر سمجھتا ہے، کہ موجودات کی خاصیتیں بدل دے گا، حقایق اشیاء میں تبدیلی کر دے گا، بدی کو نیکی بنا دے گا۔ تجارت تو نام ہے، انسانی ضرورتوں کے مطابق اشیاء واجناس کے باہمی تبادلہ کا، اور اس سے نہ نظام اجتماعی میں کوئی خلل پڑتا ہے، نہ نفس بشری میں کوئی بیماری پیدا ہوتی ہے، پھر یہ کیوں نہ جائز ہوتی۔ برخلاف اس کے سود نام ہے، خود آلۂ مبادلہ کو جنس تجارت بنا لینے کا، اسے تجارت پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟ قرآن، مسجد، خانۂ کعبہ، یہ سب خداپرستی کے ذرائع ووسائل ہیں، لیکن اگر کوئی شخص خود قرآن کے اوراق، مسجد کی اینٹوں، اور سنگ اسود کی پرستش شروع کر دے، اور اصلی حیثیت آلی کو بھلا کر، انہیں کو اپنا معبود سمجھنے لگے، تو کوئی مسلمان ایک لمحہ کیلئے بھی اسکو دیندار سمجھے گا؟ (واحل اللہ البیع وحرم الربٰوا)

سودخوار کو بظاہر یہ نظر آتا ہے، کہ جتنا زیادہ روپیہ وہ سود کے ذریعہ سے جمع کریگا، اُسی قدر وہ راحت وفراغت حاصل کرے گا، اور جتنا زیادہ وہ دین ومذہب کے کاموں میں اٹھائے گا اُسی قدر اسکی میزان گھٹتی جائیگی، لیکن یہی اسکی عقل کا دھوکا، اور اسکی نفس کا فریب ہے۔ سودخوار شخص اپنی زندگی میں گھن لگاتا جاتا ہے، اپنی روحانی بالیدگی کو اپنے ہاتھ سے روک رہا ہے، اپنے قلب کو رحم وکرم، ایثار وقناعت کے جذبات عالیہ سے بے نور کر رہا ہے۔ اور سودخوار قومیں اپنے بیدردانہ برتاؤ سے، پہلے انسانی آبادیوں اور پھر فطرت کی ساری قوتوں کو اپنے خلاف اکٹھی کر لی جاتی ہیں۔ زندگی کی صحیح تکمیل تو صرف انہیں کی ہوتی ہے، جو نیک کاموں میں صرف کرتے رہتے ہیں (یمحق اللہ الربٰوا ویربی الصدقات)

ہندوستان میں مہاجنوں، مارواڑیوں، وغیرہ کی جن پیشہ ور سودخوار قوموں کو اپنی رحمدلی کا دعویٰ ہے۔ ان کے دعویٰ کی حقیقت یہ ہے، کہ وہ موذی جانوروں تک کو مارنا گوارا نہ کریں گے، چیونٹیوں کے بلوں میں اپنے ہاتھ سے آٹا ڈالیں گے، مچھلیوں کے لئے پانی میں، انکی خوراک ڈال آئیں گے، لیکن کسی لاوارث یتیم، کسی بیکس بیوہ، کسی محتاج اپاہج کی مصیبت پر ان کا دل کبھی نہ پسیجے گا، شرح سود میں کبھی کمی نہ کریں گے، مظلوموں کی آہ کبھی ان کے دل کو نرم نہ کریگی۔ زردار ودولتمند، سود پیشہ یہود، کی آج سے نہیں، سیکڑوں ہزاروں سال سے، شام اور عرب روم

اور اسپین جرمنی اور انگلستان میں، اخلاقی حیثیت سے جس قسم کی شہرت چلی آرہی ہے، بہتر ہوگا کہ اسکا جواب ہر ملک اور ہر قوم کی تاریخ کے صفحات میں دیکھ لیا جائے ۔ اور پھر روپیہ کو کرایہ پر چلانے والی، سرمایہ کی تجارت کرنے والی اپنے فن معاشیات اور اپنی بنک سازی اپنی تجارتی کوٹھیوں اور اپنی بیمہ کمپنیوں پر فخر کرنے والی فرنگی قوموں کی اخلاقی زندگی آج جس سطح پر ہے، کیا اس کا حال کسی سے مخفی ہے! آج ان پیشہ ور سود خواروں میں سے، روپیہ کی تجارت کرنے والوں میں سے، کوئی بھی قوم ایسی ہے جو انسانیت وآدمیت کی سطح پر سیدھی کھڑی ہو سکتی ہے! کوئی ایسی ہے، جسکی زندگی صحیح اصول پر، تکمیل کو پہنچ رہی ہے؟ کوئی ایسی ہے جس کا ضمیر اپنی اخلاقی گندگی وروحانی پستی پر مطمئن ہے! یہ حال آج ہے ۔ پھر کل جب ہر شئی اپنی پوری اصلیت میں ظاہر ہو کر رہیگی، جب چہرۂ موجودات سے باطل وناحق کا نقاب اُٹھ چکے گا، جب بدی ونیکی دونوں کا ظہور روبروز اپنی پوری قوت وشدت کے ساتھ ہو رہا ہوگا، کیا کسی کو اس سچے بول کے سچ اُترنے میں ایک لمحہ کیلئے بھی شبہہ ہو سکتا ہے، کہ جو لوگ سود لیتے رہتے ہیں (روپیہ سے کرایہ کا کاروبار کرتے رہتے ہیں)

الذین یاکلون الربوا لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس۔	وہ کھڑے بھی تو نہ ہو سکیں گے مگر اس شخص کی طرح جس کے حواس شیطان نے چھو کر گم کر دیئے ہوں!

جمعہ کی جگہ دوشنبہ

سچ ابتدا سے جمعہ کو شائع ہوتا تھا ۔ اب کچھ تو ولایتی ڈاک کے خیال سے اور کچھ انتظام میں آسانی کی توقع پر طے کیا گیا ہے کہ جمعہ کی جگہ دوشنبہ کو اخبار شائع کیا جائے ۔

یہ سلسلہ شروع تو گذشتہ دوشنبہ ہی سے ہو گیا تھا لیکن گنجایش نہ نکلنے کے باعث اعلان نہ کیا جا سکا ۔ اب ناظرین کرام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ برابر ہر دوشنبہ کو پرچہ شائع ہوا کرے گا ۔

خاکسار مہتمم سچ لکھنؤ

باجہ

مسجدوں کے آگے غیر مسلم لوگوں کا باجہ بجانا خواہ کیسی ہی شرارت اور ضد کی نیت سے ہو ۔ پھر بھی مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان بھائی صبر وضبط سے کام لیں ۔ اور ایسی کوئی بات نہ ہونے دیں جس سے آپس میں فساد ہونے کا اندیشہ ہو ۔ کیونکہ آریہ جماعت نے مسلمانوں کو باجہ کے مسئلہ میں خواہ مخواہ الجھا لیا ہے ۔ باجہ کا معاملہ کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا ۔ مسلمانوں کے حقوق اور مطالبات باجہ سے زیادہ اور دوسرے ہیں ۔ آریہ سماجیوں کی چال یہ ہے کہ مسلمانوں کو باجہ کے معاملہ میں الجھا کر دوسرے اہم اور ضروری معاملات سے غافل کر دیا جائے ۔ اس واسطے میں تمام مسلمانوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ مسجدوں کے آگے باجہ بجانے کی حرکت کو ایک طرح کی شرارت سمجھیں ۔ جس کا منشا مسلمانوں کو بھڑکانا اور فساد میں مبتلا کر دینا ہے ۔

اگر مسلمان صبر وضبط سے کام لیں اور مسجدوں کے آگے باجا بجانے پر اعتراض نہ کریں تو آریہ سماج کے سب منصوبے خاک میں مل جائیں گے ۔ اور پھر ان کو کوئی کام ایسا نہیں مل سکتا جس کے ذریعہ وہ جاہل ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا سکیں ۔

پس یہ وقت نہایت غور وخوض اور سوچ سمجھ کر کام کرنے کا ہے ۔ جو لوگ بے سوچے سمجھے باجے سے مشتعل ہو کر فساد کر دیتے ہیں وہ گویا آریہ سماج کے فریب کا شکار ہو جاتے ہیں ۔

عقلمندی یہ ہے کہ کوئی مسلمان آریہ سماجی اشتعال سے مشتعل نہ ہو ۔ اور ایک قدم بھی جھگڑے فساد کی طرف نہ اٹھائے ۔

حسن نظامی درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ دہلی

ہندو لیڈروں سے کہو

اپنے علاقہ کے ہندو لیڈروں سے ملو اور بہت نرمی وصلاحیت سے کہو کہ مسجدوں کے سامنے مسلمانوں کی ضد کے لیئے باجہ نہ بجائیں ۔ اور مسلمانوں سے کہو کہ وہ ہندوؤں کی ضد کے لئے باجہ کی مزاحمت نہ کریں ۔

یہ دونوں باتیں از حد ضروری ہیں فوراً عمل کرنا چاہیئے ۔

حسن نظامی ۔

الخلافت

از

(جناب مولوی برکت صاحب بھوپالی)

اسمیں مسئلہ خلافت پر تاریخی ومذہبی نظر سے مدلل بحث کی گئی ہے خلیفہ کون ہو کہاں رہے اور خلافت کے لوازم وضروریات کیا کیا ہونا چاہیئے سب امور پر واضح خیالات پیش کئے گئے ہیں ۔ انگریزی دان شائقین ضرور منگائیں قیمت ۔۔ مہتمم سچ لکھنؤ

قربانی

فصل لربک وانحر

(از مولانا مناظر احسن صاحب شیخ الحدیث جامعہ عثمانیہ دکن)

نمبر ۲

یہ امامت کبریٰ کیا ہے، اگر کوثر (سب سے زیادہ بھلائی) کی تفسیر میں یوں کہتے ہیں کہ اس سے مراد فقط نہر، یا نبوت کبریٰ، یا قرآن یا علم و حکمت، یا اولاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم، یا امت محمدیہ، یا علمائے امت، یا اسلام ہے۔ یہ کیا اختلاف ہے کیا یہ سب ایک ہی حقیقت کی مختلف یا ناقص تعبیریں نہیں؟ کیوں نہیں کہا جاتا۔ جیساکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "انا اعطیناک الکوثر" میں کوثر سے مراد وہ ساری بھلائیاں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئیں۔ بخاری میں ہے کہ ابن عباس رضہ کے شاگرد سعید بن جبیر نے جب یہ تفسیر بیان کی تو کسی نے پوچھا کہ عام لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ کوثر سے مراد ایک نہر ہے۔ سعید نے جواب میں کہا۔

ان النھر الذی فی الجنۃ من الخیر الذی اعطاہ اللہ ایاہ ۔	جنت کی نہر بھی تو اسی خیر کا ایک جزء ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا۔

ابراہیم خلیل نے سب کچھ واپس کر دیا تھا اس لئے اُس کو اُس کے نور نظر کو سب کچھ دیدیا گیا ساری کائنات انسان کے لئے ہے اور سارے انسان ابراہیمی ملت کے قدموں کے نیچے ڈال دیئے گئے تو کیا ساری کائنات ان کو نہیں دی گئی؟ اس خیر و شر کے مرکب سے صرف "عناصر خیریہ" کو تحلیل کر کے ابراہیم ؑ اور اس کی پیاری دعا، کے حوالے کی گئی۔ جو کچھ بیٹے کو ملا وہ باپ ہی کو ملا۔ پس یہ کس قدر صحیح ہے کہ اے نبی اللہ ابراہیم کے فرزند سعید! ہم نے تجھے کوثر عطا کر دی، یہی وہ راز ہے کہ جب دعائے خلیل فاران کی چوٹیوں سے جہر بہ آواز ہوئی تو اس کی آواز، مقدس آواز یہی تھی کہ "اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا، ملۃ ابیکم ابراھیم" لوگ اس پر کیوں متحیر ہیں کہ خیر روحانی اور نہر جسمانی میں کیا وحدت ہے؟ لیکن غور نہیں کرتے کہ جسمانی دودھ کی تعبیر علم سے جب کی گئی تو اس میں کیا وحدت تھی؟ منی کو گیہوں سے، گیہوں کو گوشت سے، آنکھ سے نیچے سے، حتی کہ قوت بینائی اور شنوائی سے کیا نسبت ہے؟ وجود کے اُن مختلف مراتب میں کیا وحدت ہے؟ فرق مراتب وجود سے آنکھیں کیوں بند کی جاتی ہیں؟ اگر موت مینڈھے کی شکل میں ذبح ہو سکتی ہے، اگر قرآن کی سورتیں بادلوں اور پرندوں کے پرے کی شکل میں نمایاں ہو سکتی ہیں اگر اعمال و افعال سانپ و بچھو ڈھال و سپر کے قالب میں ظاہر ہو سکتے ہیں تو امامت کبریٰ، یا اسلام اگر ایسی نہر کی شکل میں ظاہر ہو جس کے کناروں پر موتی کے قبے ہوں تو اس میں جھنجلانے کی کیا بات ہے تم ان دیکھے جھٹلاتے ہو لیکن دیکھ کر ہماری روح کے دکھلانے والے نے کہا، جب مجھے آسمانوں پر چڑھایا گیا تو میں ایک نہر پر پہنچا جس کے کناروں پر موتی کے قبے تھے۔ میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ یہ کوثر ہے (بخاری شریف)

اسمٰعیل ہاجرہ مصری کی شہزادی کے دُکھ کی دعا کے جواب تھے۔ دُکھ کی دعا کا جواب سُکھ ہی ہو سکتا ہے پس یہی تو ہاجرہ رضہ سے کہا گیا خداوند نے تیرے دُکھ کو سن لیا اور اس کو وہ بیٹا دیا گیا جس کی پشت سے خزانہ کوثر کا پیمانہ بردار (صلی اللہ علیہ وسلم) اٹھا اور اس نے انسانی روح کی تشنگی کو بجھانے کے لئے حوض کوثر کا افتتاح کیا جس کے کنارے بقول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آسمانی تاروں کے برابر گلاس اور پیالے چنے ہوئے ہیں (بخاری شریف)

پیتے جاؤ، پلاتے جاؤ، ساقی کوثر کے فدا یہ ہاؤ دنیا کے آخری کناروں تک، نسل آدم کے ہر فرد کو، یہاں بھی وہاں بھی دُکھ کو نکالو، سکھ کی نسیم ہر دور انسانی بستیوں تک ہند، چین میں، امریکہ اور یورپ میں، جزائر اور کوہستانوں میں، دنیا پیاسی ہے پھر لوگ اس حوض کا پانی لیکر کیوں نہیں دوڑتے جس کے متعلق بخاری اور مسلم میں ہے جس نے اُسے پی لیا وہ پھر پیاسا نہ ہوگا" یہ کوثر اُسی سپردگی، اسلام، اُسی "فلما اسلما وتلّہ للجبین" کے صلہ میں ملا جو ۱۰ ذی الحجہ سنہ ۱۹ ابراہیمی میں مروہ کے دامن میں منیٰ کے میدانوں میں صدق و اخلاص کے سرچشمہ سے اُبل کر عملی شکل میں متشکل ہوا۔ باپ نے بیٹے کی قربانی کی تھی اور قربانی ہو بھی گئی اگرچہ نہیں ہوئی۔ زید بن ارقم صحابی فرماتے ہیں کہ چند صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم ؑ کی سُنت ہے۔ صحابہ نے پوچھا تو ہمارا اس میں کیا حصہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہر رؤیں کے بدلے ایک نیکی (رواہ احمد فی مسندہ) ترمذی کی ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی سے زیادہ پسندیدہ عمل ۱۰ ذی الحجہ کو اور کوئی نہیں ہے، قیامت کے دن قربانی شدہ جانور لایا جائیگا، اپنے کھروں، بالوں، سینگوں کے ساتھ لایا جائیگا۔ فردوس دیلمی کی کتاب اگرچہ حدیث کی مستند کتابوں میں نہیں ہے تاہم اسکی روایت ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال کہ قربانی کے جانور پل صراط کی سواری ہوں گے، کس طرح ہوں گے یا کیا ہوں گے اس کو اس وقت کون جان سکتا ہے۔ لیکن قرآن میں ہے خداوند تعالیٰ قربانی کے گوشت اور خون کو نہیں لیتا بلکہ وہ تو تم سے صرف تقویٰ لیتا ہے "لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم۔"

ابراہیم ؑ کی قربانی سے بھی اسمٰعیل ؑ نہیں لے لئے گئے بلکہ دونوں باپ بیٹے سے وہ دولت لی گئی جس کی بدولت ابراہیم ؑ کہتے پھرتے تھے "ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین"

دل پر غیر کی کتنی حکومت ہے، روح میں دوسرے کے فعل کی، دوسرے کی صفت کی، دوسرے کی قوت کی، دوسرے کے وجود کی کتنی اہمیت ہے؟ تم غیروں سے کتنے نیچے ہوئے کتنے منفک ہو۔ جب انسانیت نکھر کر بالکل خالص ہو جاتی ہے تو پھر اس کو کون روک سکتا ہے وہ کھینچتا ہے۔ رب قدوس کی طرف، وجود محض کی طرف، خیر مطلق کی طرف، تجلی گاہ ربانی کی طرف، جنت کی طرف، کھینچتا ہے کھنچ جاتا ہے جو خیر ہو گیا وہ طبعی طور پر سرچشمہ خیر سے جا ملتا ہے۔ پل صراط کے متعلق تو یہی آیا ہے کہ کوئی تار نگاہ کی طرح، کوئی برق اور بجلی کی طرح، کوئی تیز آندھی کی طرح کوئی شانے بھرنے والے پرندے کی طرح، اور

آخرت میں وہ کرئی گھوڑے کی چال سے، کوئی اونٹ کی چال سے جنت کی طرف کھنچے گا۔ (رواہ خوارزمی بخاری و مسلم) جو جتنا خالص تھا، جو جسقدر رستی تھا اسی حساب سے اسکی کشش بھی ہے۔ لوہے کا جتنا جز کسی شئی میں ہوگا اسی حساب سے وہ مقناطیس کی طرف کھنچے گا لیکن کیوں کھنچا؟۔

تقوئی کی شدت و ضعف کے آثار ہیں تقوی کا اکتساب علم سے کیا جاتا ہے عمل کی جانچ عمل سے ہوتی ہے۔ ابراہیم خلیل نے جان و مال آبرو، عزت، حتی کہ جس کے لیے سب کچھ ہوتا ہے، یعنی لخت جگر، نور نظر کی قربانی کر کے "اپنے تقویٰ" کو پیش کیا اور صرف اسمٰعیل ہی کا معاملہ ہوتا تو غنیمت تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ ابراہیم کی قربانی بڑی قربانی تھی، اس نے خدا کی قربان گاہ پر اس کو لاکر بھینٹ چڑھا دیا جس پر ساری دنیا قربان ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ ابراہیم ہی کا کلیجہ، ابراہیم ہی کا تقویٰ، اُسی کا عمل تھا۔

بہرحال یہ وہ تقوئی تھا جس کو خدا نے ابراہیم سے لیا، یہ اسکی رحمت ہے اور ہمارا ضعف ہے کہ صرف چند سکوں کی قربانی سے جن سے قربانی کے جانور خریدے جاتے ہیں فقط اسی تقوئی کو ہم سے قبول کر لیتا ہے، پھر قربانی کا حاصل شدہ "تقوئی" اگر بل صراط پر ہماری رفتار، ہماری کشش کو تیز کر دے اور ہم ان ہی قربانیوں کے بل بوتے پر خدا کے فضل کی طرف کھنچ جائیں تو لوگ اس پر استہزا کیوں کرتے ہیں۔ ملا جس نے خراب وخستہ، بڈھی، مریل قربانی کے ذریعہ سے اپنا تقوئی پیش کیا کیا وہ خود نہیں دیکھتا کہ اس کے تقوے میں نقص ہے اور اگر نقص کی بدولت وہ بجائے سرچشمۂ خیر کے لڑکھڑا کر شر کے اندھے کنوئیں میں گر گیا تو کیا قدرت کا یہی اٹل قانون بھی نہیں ہے۔

جن احساسات کو ہمارے اندر قوت سامعہ پیدا کرتی ہے کیا قوت شامہ سے ہم اُن کو حاصل کر سکتے ہیں؟ یہ سچ ہے کہ خوشبو سے بھی مقصود دلی راحت، انشراح و انبساط کا اکتساب ہے اور جو سریلی آوازوں کی طرف کان لگاتا ہے وہ بھی اپنے دل کو خوش ہی کرنا چاہتا ہے۔ مقصود دونوں کا ایک ہی ہے۔ لیکن وہ احمق ہے جو مسرت کی ان دونوں کیفیتوں میں فرق نہیں کرتا۔ نغمہ اور خوشبو کی خصوصی تاثیرات سے قطع نظر کرنے والا کائنات کی گوناگونیوں اور بوقلمونیوں کے اسرار و اغراض کو جھٹلاتا ہے۔ تمھارے باغ میں اگر انگور ہیں اور اُن سے تمھارا ذائقہ لذت اندوز ہو سکتا ہے تو سیب کے درختوں کو کیوں کاٹتے ہو۔ انگور میں جو کچھ ہے اُسے چوسو اور سیب جو کچھ دیتا ہے اُسے شکریہ کے ساتھ قبول کرو۔ مجھ سے میرے دوست پوچھتے ہیں کہ کیا قربانی کی جگہ صرف دام کا خیرات دینا مفید نہ ہوگا۔ خیرات سے بھی تقوے حاصل ہوتا ہے اور قربانی سے بھی تقوے کا لینا خدا کا مقصود ہے لیکن دونوں کو ایک کیوں کرتے ہو۔ گلاب سے بھی آنکھیں سیراب ہوتی ہیں لیکن اس کی ناموری وہی ہے جو نسرین و نسترن، موتیا اور یاسمن کے سادہ رخسارں سے دلوں کو ملتی ہے جس میں وہ بھی ہے اور یہی اُسکی غرض

اور یہی اسکی غرض اور اُس بنگلہ کے مالک کو میں نہایت حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا جو اپنے پائیں باغ سے گلاب کے سوا اور پھولوں کے گملوں کو نکال نکال کر پھینک رہا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ میری آنکھوں کے سیر کرنے کیلیے کیا گلاب کی پنکھڑیاں کافی نہیں ہیں؟

بقیہ صفحہ ۲

ہوں اس میں سزا یا فتوں کو روز گار سے لگا کر کیا صورت نکل سکتی ہوئی" (ایضاً) یہ کسی بدخواہ دشمن کے قلم سے نہیں، دوست و ہوا خواہ کے قلم سے، ایک اخبار کی ایک ہی اشاعت میں کھنچی ہوئی تصویر کس ملک کی ہے؟ یہ اسی ملک کی تصویر ہے، جسکی رونق و ترقی، اور شائستگی و خوش حالی کی، دنیا میں دھوم مچی ہوئی ہے؟ یہ اسی سرزمین کے واقعات ہیں، جہاں کا ایک ایک بچہ، علم و عقل، حکمت و دانائی کا پتلا سمجھا جاتا ہے؟ یہ اسی حکومت کا خاکہ ہے، جسکی اقبال مندی و خوش تدبیری کا کلمہ پڑھا جاتا ہے؟ یہ اسی قوم کا نقشہ ہے، جس کے حسن معاشرت و کمال تمدن، جسکی فارغ البالی و دلجمعی، جسکی تندرستی و خوشحالی، جس کے جمال و کمال کے افسانہ سنا سنا کر اللہ کے نام کا کلمہ پڑھنے والوں سے کہا جاتا ہے، کہ تم بھی یہی معاشرت اختیار کرو، یہی تعلیم حاصل کرو۔ ایسے ہی کالج قایم کرو۔ انہیں علوم و فنون میں لگ جاؤ، ایسے ہی سود خوار بن جاؤ؟

"م"

"الاصلاح" مولوی برکت اللہ صاحب بھوپالی کا پرچہ الاصلاح جسکا ذکر پچھلے سال ایک سے زاید بار ان کالموں میں آچکا ہے، اور جو انگریزی سیاست کی گرفت سے فرانس میں بند ہو گیا تھا، اب جرمنی سے از سر نو نکلنا شروع کیا ہے اور اس کا پہلا نمبر بابت ذی الحجہ (جون) دفتر سچ میں برلن سے وصول ہوا ہے۔ پرچہ کے بیشتر مضامین حسب معمول عربی ہی میں ہیں، لیکن ایک مفصل مقالہ فارسی میں بھی ہے۔ افسوس ہے کہ مذہبی حیثیت سے الاصلاح کے تغیری و غیر تفسیری اجتہادات کی تائید کرنی کسی طرح ممکن نہیں۔ مثلاً اس نمبر کے پہلے ہی مضمون کی پہلی سطر میں وہ کلام مجید کی آیت وفی السماء رزقکم وما توعدون نقل کرکے اسکی تفسیر میں "سماء سے مراد کرۂ ارض" لیتے ہیں اسی طرح یہ پرچہ میں ہر جگہ یہ نظر آرہا ہے کہ لکھنے والا مغرب کے علوم و فنون، حکمت و صنعت سے نہایت مرعوب ہے، اور اسلام کو تمام تر مغرب کے رنگ میں پیش کر رہا ہے) سچ قرآن پاک کی اس قسم کی تفسیرات و تاویلات سے "زمین و آسمان" کا اختلاف رکھتا ہے، تاہم مولوی صاحب موصوف نے خدمت قوم و وطن میں جو عظیم الشان قربانیاں پیش کی ہیں، ان سے انکار ممکن نہیں۔ قیمت اور پتہ وہی جو سچ کے پچھلے نمبروں میں درج ہو چکا ہے۔

"م"

محرم اور تعزیہ داری

تعزیہ داری کے بارہ میں علمائے ہند کے فتاوی برابر تقسیم ہو رہے ہیں جن صاحب نے ابتک نہ منگائے ہوں وہ فوراً دو پیسہ کا ٹکٹ بھیجکر منگالیں ورنہ دوسری بار چھپنے کا انتظار کرنا ہوگا۔

مہتمم سچ لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتب خانۂ اسلامیہ

سر سید مرحوم
خطبات احمدیہ
مکمل مجموعہ لکچر
...

نواب محسن الملک مرحوم
اسلام
مجموعہ لکچر
مسلمانوں کی ترقی و تنزل کے اسباب
مسلمانوں کی تہذیب

مولوی چراغ علی مرحوم
اسلام کی دنیوی برکتیں
حضرت سلیمان
حضرت ہاجرہ

خلیفہ محمد حسین مرحوم
اعجاز التنزیل
سفرنامہ ...

مولانا سید احمد انصاری
المدینۃ والاسلام
...

مولوی عبد الغنی مرحوم
تبلیغ حقوق نسواں
...

مولوی سید محمد ہادی
... اکبری
حیات خسرو

مولوی عبد اللہ ...
پیام ...

مولانا حالی مرحوم
مسدس حالی
حیات سعدی
حیات جاوید
مجموعہ نظم حالی

مولانا [illegible] مرحوم
نور جہاں بیگم
ٹیپو سلطان
حیدر علی سلطان

مولانا اسلم جیراجپوری
سیرۃ الرسول
تاریخ خلافت ...
خلافت بنی امیہ
خلافت بنو عباس
تاریخ القرآن
تاریخ نجد
حیات حافظ
علوم عرب

مولانا حبیب الرحمن شروانی
ذکر جمیل
ذکر الحبیب
سیرۃ الصدیق
اسلامی اخلاق
علمائے سلف

نیاز فتحپوری
تاریخ الدولتین
سبائیات

مرزا احمد [illegible]
خاتم النبیین
سبعت اللہ ...

مولانا نذیر احمد مرحوم
حمائل ترجمہ ...
اودیۃ القرآن
الحقوق والفرائض
... حسنہ
مجموعہ لکچر

مولانا ذکاء اللہ مرحوم
تاریخ ہندوستان
اہل عرب کی ...

مولوی بشیر الدین احمد
... الکلام ...
تاریخ ...

خواجہ حسن نظامی
میلاد ...
فاطمی دعوت اسلام
ذکر غوث پاک
سلاطین ...
... جلد ...
سفرنامہ ...

پروفیسر محمود علی
دین و دانش
الایمان
رشد الاراشدین

مولوی سیاح الدین احمد
الفاروق
چنستان عرب
...

حکیم فرزند علی ...
سیرۃ العباس
سیرۃ آل عباس

مولانا شبلی مرحوم
سیرۃ النبی جلد اول
جلد دوم
جلد سوم
الفاروق
سیرۃ النعمان
المامون
الغزالی
سوانح مولانا روم
شعر العجم ...
مقالات ...

مولانا سید سلیمان ندوی
ارض القرآن
اہل السنۃ والجماعۃ
حیات امام مالک
خطبات ... اسلام
سیرت عائشہ

مولانا عبد السلام ندوی
اسوۂ صحابہ
اسوۂ ...
امام ...
سیرۃ عمر بن عبد العزیز
تاریخ الحرمین
نقوش ... اسلام

مولوی عبد الرزاق ...
اسوۂ حسنہ
... اسلام
اصحاب صفہ
میلاد ...

مولوی سعید انصاری
سیر الصحابہ جلد اول
سیر الانصار
سیر الصحابیات

مولانا شرر لکھنوی
... علم
ناز آفرین
زوال ...
ایام عرب
... خدیجہ
جنید بغدادی
خواجہ حسن بصری
... حق

قاضی سلیمان منصور پوری
رحمۃ للعالمین
سفرنامہ حجاز

نواب علی حسن خاں
سیرت ...
قرۃ ... اسلام
المدینۃ ... اسلام

منشی محمد الدین فوق
تاریخ حریت اسلام
تذکرۂ ... اولیا
سعدی ...
شمس تبریز

مولانا اکبر شاہ خاں
تاریخ ...
آئینۂ ...
مذہب اور عقل
... زندگی

سیماب اکبرآبادی
...

مولوی عبد الماجد
سیرۃ ...
سیرۃ الحسین
زیب النساء بیگم
نور جہاں بیگم

مولانا اشرف علی تھانوی
تفسیر بیان القرآن
نشر الطیب
تعلیم الدین
... القرآن
اکسیر ...
الانتباہات المفیدہ
بہشتی زیور
بہشتی گوہر
جزاء الاعمال
...

مولوی عبد الشکور کاکوروی
...

مولوی شبلی ...
علم الفقہ ...
...

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی
...
مسائل شریعت ترجمہ
اسلام

مولوی محمد ... امرتسری
...

منشی خلیل الرحمن
تاریخ ...
مذہب اسلام
تعلیم الایمان

خواجہ عبد الحی فاروقی
...
الصراط المستقیم
... نماز

مولانا عبد الباری ... آسی
...

مولوی حسین ...
سلطان صلاح الدین
سلطان ...
تاریخ ...
جلد دوم
سوم
چہارم
پنجم
ششم
ہفتم
ہشتم
نہم
دہم
یازدہم

مولوی انشاء اللہ
سیرۃ الرسول
... ہمدرد
... محمد ...
تاریخ ...
... قسطنطنیہ

مولوی ... ظفر ...
الاسلام ... سیرۃ
سیرۃ ...
خلافت راشدہ
خلافت بنی امیہ
خلافت بنو عباس

مولوی محمد الدین ...
سیرۃ صدیقہ
خاتون جنت
شاہیر اسلام

مولانا ابو الکلام آزاد
... القرآن
تذکرہ
تفسیر ...
حزب اللہ
مجموعہ مضامین
مسئلۂ خلافت
دعوت حق
دعوت عمل

مولانا عبد اللہ عمادی
تاریخ عرب ...
مناقب العرب
علم الحدیث
... المعارف
حرم کی ...

مولوی محمد ...
جواہر قرآن
تاریخ عرب
تمدن اسلام
الاسلام ...

منشی نوازش علی
سفرنامہ ...
قسطنطنیہ

مرزا سلطان احمد
علوم القرآن
...
اساس الاخلاق

حکیم [illegible]
... اسلام
بنات الرسول
...

مولوی محمد علیم ...
الحجۃ ...
...
عصمت انبیا

خواجہ کمال الدین
اسلام ...
اسوۂ حسنہ
توحید ...

[illegible]
تذکرۃ المصطفیٰ
...

مفتی انوار الحق
تذکرۃ الحبیب
...

خواجہ عبد اللہ ...
...
دمشق
صدیق اکبر

مولوی [illegible]
اسلام ...
...

منشی محمد ...
اکبر
...

مولوی عبد الحلیم ...
... اسلام
پیام ...

ملنے کا پتہ :- الناظر بک ایجنسی - لکھنؤ